www.KitaboSunnat.com



PDF Split DEMO : Purchase from www.A-PDF.com to remove the waterm

## ۵۔ آرام کرنا

کے لیے سَکَنَ، سَبَتَ اور اِرْتَفَقَ (رفق) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ سَکَنَ : حرکت اور اضطراب کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں (م ل) اور سکون کا لفظ ظاہری و معنوی دونوں طرح سے مستعمل ہوتا ہے جسمانی تھکاوٹ کے بعد آرام کرنے کے لیے بھی، جیسے فرمایا:

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۔ (۲۸/۷۲) — اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو رات لاسکے جس میں تم آرام کرتے ہو۔

اور ذہنی تفکرات سے سکون حاصل کرنے کے لیے بھی۔ جیسے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) — اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو کیونکہ تمہاری دُعا اُن کے لیے موجب تسکین ہے۔

۲۔ سَبَتَ : اس کے بنیادی معنٰی راحت اور سکون ہے (م ل) یعنی ایسا آرام جس کے بعد راحت بھی حاصل ہو (مف) جیسے فرمایا:

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (۷۸/۹) — اور ہم نے نیند کو تمہارے لیے (موجبِ) آرام بنایا۔

اور طبی تحقیق یہ ہے کہ دن بھر کام کرنے سے جسم کے جو خلیے ختم ہو جاتے ہیں نیند کی حالت میں انکی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری نیند لینے کے بعد انسان جب بیدار ہوتا ہے تو تازہ دم اور مسرور ہوتا ہے اور یہی سبت کا مفہوم ہے۔

۳۔ اِرْتَفَقَ : اس کا مادہ رفق ہے۔ درشتی اور سختی سے پاک باہم موافقت اور قرب کو رفق کہتے ہیں۔ بعد ازاں جو شے راحت اور موافقت کا سبب بنے اسے رفق کہا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے مِرفق کہنی کو کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگائی جاتی ہے اور انسان آرام محسوس کرتا ہے اور مِرفقہ چھوٹے تکیہ کو کہتے ہیں اور ارتفاق ایسی رفاقت کو کہتے ہیں جو موجبِ راحت اور موافقت ہو۔ اور مُرتَفَق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں آرام بھی میسر ہو اور کوئی چیز خلل انداز نہ ہو۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (۱۸/۳۱) — (وہ جنت کیا ہی) خوب بدلہ ہے اور (کیا) اچھی آرامگاہ ہے۔

**ماحصل:** ۱۔ سَکَنَ : جسمانی اور ذہنی آرام کے لیے
۲۔ سَبَتَ : آرام اور اس کے بعد راحت کے لیے
۳۔ ارتفق : ایسے آرام کے لیے جس میں کوئی دوسری چیز حائل یا خلل انداز نہ ہو، استعمال ہوتا ہے۔

## ۶۔ آرزو — آرزو کرنا

کے لیے اَمَلٌ، اُمْنِيَّة (منی) اور وَدَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَمَلٌ (ج آمال) ایسی آرزو اور توقع جس کا پورا ہونا گو متوقع اور منتظر ہوتا ہے تاہم مشکل اور بعید ہوتا ہے چنانچہ ابن فارس نے اس کے معنٰی اَلتَّثَبُّتُ وَالِانْتِظَار درج فرمائے ہیں (م ل) یعنی کسی آرزو کی آس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس سے زوردار بارش مراد لیتے ہیں (م۔ل) صاحب منجد کے نزدیک کوئی سا بارش والا بادل صیب ہے۔ ارشاد باری ہے:

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۔ (۲/۱۹) یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہیں، گرج بھی اور چمک بھی۔

**ماحصل:** (۱) سحاب۔ بادل کے لیے عام لفظ اور اس کی ابتدائی شکل۔

(۲) غمام۔ جب بادل گاڑھا ہو جائے اور سایہ فگن ہو سکے۔

(۳) عارض۔ ایسا بادل جس میں بوندا باندی کی ابتداء ہو چکی ہو۔

(۴) معصرت۔ پانی سے بھرپور بادل۔

(۵) مزن۔ سفید چمکدار بادل۔

(۶) صیّب۔ بعض کے نزدیک سخت گرجدار بادل

## ۷۔ بار۔ دفعہ۔ مرتبہ

کے لیے مَرَّةً، كَرَّةً اور تَارَةً کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور یہ سب الفاظ اسم مرۃ ہیں بمعنی کسی کام کو ایک بار کرنا۔ جس طرح جَلْسَةً کے معنی ایک بار بیٹھنا اور غَزْوَةً کے معنی ایک بار کی لڑائی یا حملہ ہے۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مَرَّةً: مَرَّ بمعنی کسی مقام کے پاس سے گزرنا (مف) اور نیز وقت کا گزرنا۔ اور اس لحاظ سے اس کا معنی ہوگا، ایک بار گزرنا یا کوئی کام کرنا۔ اس کی تثنیہ مَرَّتَان یا مَرَّتَيْن اور جمع مرات اور مِرَارًا (بمعنی کئی بار) آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ (۹/۱۲۶) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ كَرَّةً: كَرَّ۔ كَرًّا بمعنی (دشمن پر) حملہ کرنا۔ ٹوٹ پڑنا۔ اسی سے لفظ کرّ مشہور ہے اور کرّ و فرّ اس جنگی چال کو کہتے ہیں جو عرب میں ایک دور میں مشہور تھی۔ یعنی حملہ کرنا اور یکدم پسپا ہو کر از سر نو دوبارہ ٹوٹ پڑنا اور (۲) کَرَّ۔ تکرارًا بمعنی کسی کام کو پہلے کی طرح بار بار کرنا (منجد) اور یہی زیر بحث ہے یعنی کسی کام کو بالکل اسی طرح کرنا جیسے پہلے کیا تھا، ایک بار پھر کرنا۔ اور ابن الفارس کے الفاظ میں رجوع الی الشی بعد مرة الاولیٰ (م ل) بمعنی دوبارہ پہلے ہی جیسا کام کرنا (فق ل) اور كَرَّةً بمعنی لڑائی میں ایک بار کا حملہ بھی اور کسی کام کو دوبارہ کرنا بھی۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ (۱۷/۶) پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

اس آیت میں كَرَّةً کا لفظ دونوں مفہوم ادا کر رہا ہے اور عَلٰی کا صلہ غلبہ کو ظاہر کر رہا ہے دوسرے مقام پر فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۔ خَلَفَ: (ضد سَلَفَ) ایک ہی قوم یا گروہ کی بعد کی نسل۔ (خَلَفَ بمعنی جانشین ہونا) اور خَلف کا لفظ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نالائق اور نااہل نسل ناخلف۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا (۱۹/۵۹) — پھر ان کے بعد چند ناخلف اُن کے جانشین ہوئے۔ جنھوں نے نماز کو چھوڑ دیا۔ اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب اُن کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

اور خَلف کی ضد بین یدی یا بین ایدی بھی ہے اور یہ الفاظ بطورِ زمان و مکان دونوں طرح آتے ہیں۔ زمانی کی صورت خَلْف سے مراد بلا کسی تخصیص پچھلے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلۡنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهَا وَمَا خَلۡفَهَا (۲/۶۶) — تو اس قصّے کو ہم نے اس دور کے لوگوں کے لیے اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

لیکن بین یدی کے مقابلہ میں اگر خَلْف ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو تو اس کا معنی پچھلے نہیں بلکہ پیچھے ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱) — اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں۔ جو اس کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

**ماحصل:** (۱) اٰخر، صرف ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ اور اس کے استعمال میں عمومیت ہے۔
(۲) خَلْف، ظرف زمانی و مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں پچھلے کا معنی تو دیتا ہے۔ مگر اس میں اگلے اور پچھلوں میں نسلی تعلق ہونا ضروری ہے۔

## ۱۱۔ پچھتانا

کے لیے نَدِم، حَسِرَ اور سُقِطَ فِیۡ یَدِہٖ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ نَدِمَ: اپنے کیے ہوئے کسی بُرے فعل پر پشیمان ہونا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

فَعَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَيُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِيۡنَ (۵/۵۲) — سو قریب ہے کہ خدا فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر نازل فرمائے) تو پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو یہ چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔

۲۔ حَسِرَ: صاحب فقہ اللغۃ حسرۃ کے معنی اَشَدُّ النَّدَامَۃ (بہت زیادہ نادم ہونا) بتلاتے ہیں۔ (ف ل ۴۰) لیکن صاحب منجد حَسِرَ اور حسرۃ کے معنی افسوس کرنا لکھتے ہیں۔ یعنی حَسرۃ اپنے کسی کئے ہوئے فعل پر افسوس اور ندامت کے اظہار کا نام ہے۔ ارشادِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴ - رِیع : ریعۃ کی جمع ہے۔بمعنی بلند وادی۔ پہاڑوں کے درمیان قابلِ رہائش وادیاں (م۔ ل) اور ریعۃ بمعنی بلند ٹیلہ۔ وادی کی بلندی سے پانی بہنے کی جگہ۔ پہاڑی کشادہ راستہ (منجد) ارشادِ باری ہے؛

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ (۲۶/۱۲۸) بھلاتم ہر اونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔

۵ - احقاف: حقف کی جمع ہے۔بمعنی ریت کا ناہموار ٹیلہ (مف) ریت کا لمبا اور پیچدار قطعہ (منجد) اور احقاف بمعنی ریت کے ٹیلے۔ ریگستان۔ ایک ریگستان کا نام۔ارشادِ باری ہے۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ (۴۶/۲۱) اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو۔ جب انہوں نے سرزمین احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا۔

۶ - نَجد : بلند اور سخت زمین۔ ٹیلہ کو بھی کہتے ہیں اور پستان کو بھی (منجد) اور بمعنی چھوٹا پہاڑ (منجد) پھر نجد گھاٹی کو اور گھاٹی کو جانے والے بلند راستہ کو بھی کہتے ہیں اور اترنے والے کو بھی (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰/۱۰) اور انسان کو (خیر وشر) دونوں راستے بھی دکھا دیئے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

**ماحصل:** (۱) ربوۃ : بلند اور نرم ریتلی زمین۔ (۲) امت : چھوٹا سا ناہموار ٹیلہ۔ (۳) حدب : ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو (۴) ریع : پہاڑوں کے درمیان قابلِ رہائش وادیاں۔ (۵) احقاف : ریگستان۔ ریت کے لمبے اور پیچدار ٹیلے (۶) نجد : گھاٹی اور اس پر چڑھنے اور اترنے کا راستہ

## ۷ - ٹیڑھ (کجی) ٹیڑھا ہونا

کے لیے عِوَج، زَیغ، اِلحاد، جَور اور نَکَب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عوج : بمعنی کسی ایستادہ چیز مثلاً دیوار یا درخت کے بالائی حصّہ کا ٹیڑھا ہونا اور اَعوَج بمعنی ٹیڑھی چال والا آدمی۔ اور العَوَج وہ ٹیڑھا پن ہے جو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور العِوَج وہ ٹیڑھا پن ہے جو عقل و بصیرت سے دیکھا جا سکے (مف) لیکن درج ذیل آیت کی رُو سے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۲۰/۱۰۷) جس میں تم کوئی پستی اور بلندی نہ دیکھوگے۔

عوج اور امت متضاد الفاظ ہیں۔بمعنی اونچ نیچ اور خلیل کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف یا ہم معنی ہیں جو کہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ (م۔ل) بہرحال عوج وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ظاہری اشیاء میں اس کا مفہوم اونچ نیچ اور موڑ ہے اور معنوی چیزوں میں اس کا مفہوم پیچیدگی، اُلجھن یا ابہام ہے۔ارشادِ باری ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا (۱۸/۱) سب تعریف خدا ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی پیچیدگی نہ رکھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۱) یعنی پرونا یا گھسانا جیسے موتی میں دھاگہ داخل کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (۲۶/۲۰۰) — اسی طرح ہم نے انکار کو گنہگاروں کے دل میں داخل کر دیا (جیسا دھاگہ گھسا دیا) (عثمانیؒ)

۲ ڈالنا۔ داخل کرنا۔ جیسے گریبان میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۸/۳۲) — اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔

اب یہی آیت کا ٹکڑا دوسرے مقام پر اُسْلُكْ کی بجائے اَدْخِلْ کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۷/۱۲) — اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔

(۳) راستہ کے ساتھ ساتھ چلتے جانا۔ اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی سے فرماتے ہیں:

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) — کہ تو اپنے پروردگار کے رستوں پر مطیع ہو کر چلتی جا۔

اس آیت میں اُسْلُكِيْ کا ترجمہ اُدْخُلِيْ سے بھی کیا گیا ہے (م۔ق) نیز قرآن میں ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۷۴/۴۲) — تمہیں کس بات نے دوزخ میں داخل کیا۔

ان سب تصریحات کو سامنے رکھ کر صاحب منتہی الارب نے سلك کا مختصر ترین مفہوم یوں ادا کیا ہے "کشیدن چیزے در چیزے" یعنی ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا اس سے کھینچنا۔ اور صاحب منجد کے نزدیک ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اور صاحب مقاییس اللغۃ اس کے بنیادی معنے دو بتلاتے ہیں (۱) رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا (۲) ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا۔ پرونا۔

**ماحصل:** (۱) دَخَلَ: کا استعمال عام ہے۔
(۲) وَلَجَ: تنگ جگہ میں داخل ہونا۔
(۳) صلی: آگ میں داخل ہونا۔
(۴) سلك: ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا داخل کرنا۔

## ۲ ــــ داروغہ

کے لیے خَزَنَة[۱]، مُصَيْطِر[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَزَنَة: (خازن کی جمع) جمع کنندہ۔ خزانچی۔ وہ شخص جو خزانے یا سٹور میں مال یا جنس جمع کرنے اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جہنم میں اس ڈیوٹی پر مقرر شدہ فرشتوں کو بھی قرآن میں خزنۃ کہا گیا ہے۔ اور اس کے معنی داروغہ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸) — جب بھی جہنم میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نبویؐ ہے، لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا لِثَلٰثَةِ مَسَاجِدِ یعنی تین مساجد (بیت اللہ، مسجد نبویؐ اور مسجدِ اقصیٰ) کے سوا کسی جگہ کے لیے (برائے زیارت و اجر و ثواب) اپنے اونٹوں پر پالان مت کسو۔

قرآن میں ہے:

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۰) حضرت یوسفؑ نے پانی پلانے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔

۵۔ وِعَاء: (واحد اَوْعِيَة) وَعٰی بمعنی کسی چیز کو تھیلی وغیرہ میں محفوظ کر کے اوپر سے منہ باندھ دینا اور اَوْعِيَة وُہ سامان ہے جسے کسی ظرف میں رکھ کر اسے بند کر دیا یا مقفل کر دیا جائے (مف)

قرآن میں ہے:

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۶) پھر حضرت یوسفؑ نے (یہ برتن) اپنے بھائی کے سامان (کھرجی یا شلیتہ یا بوری) سے نکال لیا۔

۶۔ جَهَاز، جَهَّزَ بمعنی سامان تیار کرنا، لادنا اور بھیجنا (مف) اور جَهَاز وُہ سامان ہے جو مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت تیار کر کے رکھتا ہے۔ اور تَجْهِيْز وُہ سامان ہے جو میت کو دفن کرنے سے پہلے تیار کیا جاتا ہے۔ اور جَهِيْز وُہ سامان ہے جو لڑکی کو شادی کے موقعہ پر رخصت کرتے وقت والدین ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (۱۲/۷۰) پھر جب حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

۷۔ زَاد: زَادَ بمعنی زیادہ ہوا۔ زیادہ۔ ضرورت سے زائد اندوختہ (مف) اور زَاد کا لفظ بالعموم راہ سے متعلق ہے۔ زادِ راہ۔ دورانِ سفر راستہ کا خرچ اور کھانے پینے کا سامان۔ اور المزادہ بمعنی پانی کا مشکیزہ جو دورانِ سفر کام آئے۔ اور اَلْمِزْوَد بمعنی توشہ دان۔ اور تَزَوَّدَ بھی زادِ راہ ساتھ لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ (۲/۱۹۷) اور زادِ راہ ساتھ لو۔ بلاشبہ بہتر زادِ راہ تو تقویٰ ہی ہے۔

۸۔ اَسْلِحَة: (واحد سلاح) یہ لفظ جنگ یا لڑائی کے ساتھ متعلق ہے۔ بمعنی سامانِ جنگ، آلاتِ حرب و ضرب۔ لڑائی کے ہتھیار۔ اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ لڑائی کی جائے یا مدافعت کی جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ (۴/۱۰۱) بوقت جنگ مسلمانوں میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہو اور انہیں چاہیے کہ اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں۔

۹۔ عُدَّة (واحد عُدَد) عَدَّ بمعنی تیاری کرنا۔ اور اَعَدَّ اور اِعْتَدَ بمعنی تیار کر رکھنا اور عُدَّة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑیں گے۔ (۳۶/۵۱)

**ماحصل:** (۱) قَبْر: عام ہے ایسا مدفن جس کے نشان موجود ہوں یا نہ ہوں۔
(۲) جدث: اخص ایسا مدفن جس کے نشانات موجود نہ ہوں۔
(۳) مرقد: کنایۃً قبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔

## ۴۔۔۔قبول کرنا

کے لیے قَبِلَ اور تَقَبَّلَ۔ اَجَابَ اور اِسْتَجَابَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبِلَ: قَبُولاً بمعنی کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ قبول کرنا (منجد) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ صرف اعمال کے لیے آتا ہے (فق ل ۱۸۴) ارشادِ باری ہے:
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (۲۴/۴) اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو۔

۲۔ اور تَقَبَّلَ اور قَبِلَ تقریباً ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ تَقَبَّلَ کسی ایسی چیز کے قبول کرنے کیلیے آتا ہے جو عوض کی مقتضی ہو (مف) جیسے ہدیہ وغیرہ جبکہ قَبِلَ عام ہے۔ قرآن میں ہے:
اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (۳/۳۵) جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اسے سب سے آزاد رکھ کر تیری نذر کرتی ہوں سو تو اسے قبول فرما۔

۳۔ اَجَابَ اور اِسْتَجَابَ کا استعمال بالعموم دعا کی قبولیت کے لیے ہوتا ہے (دیکھیے "فریادرسی") یعنی دُعا قبول کرنا اور پھر دادرسی کرنا بھی استجاب میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:
اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ (۲۷/۶۲) بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اس سے دُعا کرتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (۴۰/۶۰) اور تمہارے پروردگار نے فرمایا، مجھے پکارو، میں (تمہاری دعا) قبول کروں گا۔

**ماحصل:** (۱) قَبِلَ: کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ اعمال کے لیے۔
(۲) تَقَبَّلَ: قبل سے اخص ہے یعنی ایسی چیز لینا جو عوض کی مقتضی ہو اور:
(۳) اِسْتَجَاب: عموماً دعا کو قبول کرنے اور پھر دادرسی کرنے کے لیے آتا ہے۔

## ۵۔۔۔قبیلہ اور خاندان

کے لیے شُعُوْبٌ، قَبَائِلُ، فَصِیْلَةٌ، رَهْطٌ، عَشِیْرَةٌ اور اَسْبَاطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شُعُوْب: کسی ایک آدمی کی اولاد در پھر اولاد در اولاد۔ آگے چل کر ایک ذات بن جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَلْاَلْوَاحَ (۷/۱۵۴) — اٹھالیں۔

۲۔ تَلَقّٰی، لَقِیَ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ اور تلقی الشیٔ بمعنی ملنا۔ استقبال کرنا (منجد) گویا تَلَقّٰی کا معنی کسی چیز کو جاکر اور مل کر لینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ (۲۱/۱۰۳) — ان نیک لوگوں کو (اس دن کی) گھبراہٹ غمگین نہیں کریگی اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے۔

۳۔ هَآؤُمُ (ھوء) اسم فعل ہے۔ بمعنی خُذْ لو یا پکڑو صرف امر کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی گردان یوں آتی ہے۔ هَآءُمَ۔ هَآءُمَا۔ هَآءُمُوا (مف) اور صاحبِ منجد کے نزدیک صرف لفظ هَا کا معنی بھی لینا ہے هَا الْکِتَابَ بمعنی کتاب لو۔ اور هَآءَ (ھوء) کا معنی بھی یہی ہے۔ اور ھاء یا رجل بمعنی اے مرد کتاب لے لو۔ (منجد) گویا یہ لفظ کسی کو پکار کر اپنے پاس بلانے اور اُسے کسی چیز کے لینے کے مطالبہ کیلیے بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ (۶۹/۱۹) — تو جس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا لیجیے میرا اعمالنامہ پڑھیے۔

**ماحصل:** (۱) اخذ، کوئی چیز لینا۔ پکڑنا۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ (۲) تَلَقّٰی، کسی چیز کے پاس پہنچ کر اسے لینا۔ (۳) هَآؤُمُ، کسی کو بلانا اور کسی چیز کے لینے کا مطالبہ کرنا۔

## ۷۔ لین دین کرنا

کے لیے تَدَایَنَ اور اَدَارَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَدَایَنَ: دَیْن بمعنی قرضہ۔ اُدھار (تفصیل اُدھار میں دیکھیے) اور تَدَایَنَ بمعنی ایک دوسرے سے اُدھار مانگنا۔ ادھار پر لین دین کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ (۲/۲۸۲) — اے ایمان والو جب تم آپس میں کسی میعادِ معین تک کیلیے اُدھار کا لین دین کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

۲۔ اَدَارَ: (دور) دَارَ بمعنی گھومنا۔ چکر لگانا۔ اور اَدَارَهٗ بمعنی گھمانا۔ چکر دینا۔ اور اَدَارَ الشَّیْئَ بمعنی کسی چیز کا لینا۔ دینا۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَکُمْ (۲/۲۸۲) — ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو (لکھنے کی ضرورت نہیں)۔

**ماحصل:** دست بدست لین دین کے لیے اَدَارَ اور ادھار لین دین کرنے کے لیے تَدَایَنَ آیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کے لیے دیکھیے "اولاد")

۴۔ ذُو اور اُولُوا: ذو کا لفظ اسمائے اجناس وانواع کے ساتھ توصیف کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسم ظاہر کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے اسم ضمیر کی طرف نہیں ہوتا۔ حالتِ رفعی میں ذو نصبی میں ذا اور جرّی میں ذی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ذُومِرّۃ (۵۳/۶) ذا عذاب (۷۲/۱۷) اور ذی العرش (۴۰/۱۵) اس کا تثنیہ ذوون یا ذوین ہے۔ جیسے ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ (۶۵/۲) (تم میں سے دو عدل والے) اور اس کی جمع اولو اور اولی آتی ہے۔ جیسے اُولُو الْاَرْحَامِ (۳۳/۶) اور اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (۱۷/۵) ذُو کا مؤنث ذات ہے۔ جیسے ذَاتَ الْیَمِیْنِ۔ اس کا تثنیہ ذَوَاتَان ہے۔ جیسے ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (۵۵/۴۸) (دونوں باغ لمبی لمبی شاخوں والے۔ اس کی جمع ذَوَات بھی ہے اور اولات بھی۔ مگر قرآن میں اُولَاتِ ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسے اُولَاتُ الْاَحْمَالِ (۶۵/۴) (بمعنی حمل والی عورتیں)۔

**ماحصل**

(۱) اَصْحَاب، طویل عرصہ تک مصاحبت کے لیے۔

(۲) آل: صرف شرفاء کی طرف مضاف۔ ذہنی یگانگت کے لیے۔

(۳) اَھْل: ہر چیز کی طرف مضاف ہو سکتا ہے اور بمعنی کنبہ خاندان والے۔

(۴) ذُو اور اُولُو: اسم کی توصیف بیان کرنے کے لیے ذریعہ کے طور پر آتا ہے۔

## ۳ـــــ وراثت

کے لیے وِلَایت اور وراثت کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ وِلَایۃ: اَلْوَلَاء بمعنی میراث جو آزاد کردہ غلام سے حاصل ہو (مف) ارشادِ نبوی ہے الولاء لِمَنْ اَعْتَقَ (بخاری) یعنی غلام کی میراث اس کی ہے جو اُسے آزاد کرے۔ گویا ولاء کا اصل معنی محض میراث یا ترکہ ہے۔ اہلِ عرب میں وراثت کے کئی دستور تھے۔ مثلاً وہ میراث کا وارث صرف اولادِ نرینہ کو قرار دیتے تھے جو اُن کے بعد ان کی تلوار سنبھالنے کے اہل ہوتے تھے۔ اور اگر اولادِ نرینہ نہ ہوتی تو کسی قریبی مرد رشتہ دار کو ولی یا وارث قرار دیتے اور ان کی ترتیب یہ ہوتی۔ اولاد کے بعد باپ۔ اگر باپ نہ ہو تو بھائی اور اگر بھائی بھی نہ ہو تو چچا وغیرہ۔ پھر ان میں عقدِ وَلَاء کا بھی دستور تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے سے عہد و پیمان کر لیتا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں گے اور ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اسلام نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حقدار بنایا اور ابتداءً عقدِ ولاء کو بھی تسلیم کیا۔ مگر اُس کی بنیاد اسلام اور ہجرت کو قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا | بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے جان و |
| بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ | مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انھیں |

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۶۹/۳۴) اور نہ ہی وہ فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب دیتا ہے۔

۶۔ حَصَدَ اور خَضَدَ: حَصَدَ بمعنی کھیتی کو پکنے کے بعد کاٹنا۔ اور یہ لفظ عموماً درانتی سے کاٹنے کا معنی دیتا ہے کیونکہ مِحْصَد درانتی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ (۱۲/۴۷) اور جو (کھیتی یا غلہ) تم کاٹو تو اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔

اور خَضَدَ کا لفظ کسی خاردار پودے یا درخت یا اس کی شاخ سے کانٹے کاٹ کر یا جھاڑ کر صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (۵۶/۲۸) بہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہ ہو (عثمانی)

۷۔ خَلَصَ اور خَلَطَ: خَلَصَ بمعنی کسی چیز کو ملاوٹ اور آمیزش سے پاک وصاف کرنا۔ خالص بنانا۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ (۴/۱۴۵) ہاں جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص خدا کے حکم بردار ہو گئے۔

اور خَلَطَ بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ ملاوٹ کرنا۔ آمیزش کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (۹/۱۰۲)۔ اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔

۸۔ دَرَجَ اور دَرَكَ بمعنی سیڑھی کے ڈنڈے یا اڈے۔ جب اوپر چڑھیں تو یہ درج (ج درجات) کہلائیں گے۔ اور جب اوپر سے نیچے اتریں تو یہی ڈنڈے یا اڈے درك (ج درکات) کہلائیں گے۔ قرآن میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۲/۲۲۸) اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کا عورتوں سے ایک درجہ اوپر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

یعنی وہ اڈہ یا زینہ جو دوزخ کی تہ سے مل رہا ہے۔

۹۔ دَور اور دَول: دونوں لفظ گردشِ ایام کے لیے آتے ہیں۔ دَور برے مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ